اسلامی تصوف کی تاریخ

ریاض احمد

تصوف کا مادہ عربی زبان میں ''صوف'' یعنی اون ہے[1]۔اس پر تقریباً تمام محققین متفق ہیں، لیکن اون کا رنگ کیسا تھا؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اون سفید رنگ کی ہوتی تھی جبکہ اکثر اس بحث میں نہیں الجھتے،لیکن ایک بات مسلم ہے کہ عیسائی پادری سفید اون کا چوغا عموماً پہنتے تھے[2] لیکن اسلام میں صوفی پر کوئی ایسی قید نہیں تھی جبکہ ایک بات صوفی کے لیے ضروری تھی، اونی لباس عادتاً پہنے۔اصطلاح میں اپنی زندگی کو صوفیانہ انداز کے لیے وقف کر دینے کو صوفی کہتے ہیں۔اسلام میں دراصل یہ اہل صفہ سے منسوب ہے جو حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کے شمال کی جانب ایک چبوترے پر قیام کرتے تھے،لیکن لفظ ''صوفی'' نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خلافت راشدہ اور بنوامیہ کے دور کے بعد مسلمانوں میں رواج پکڑا[3]۔

آٹھویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ایک شیعہ کیمیا گر جابر بن حیان نے اپنے نام کے ساتھ لفظ صوفی استعمال کیا۔اس کے فوری بعد صوفیاء کی اصطلاح بھی کوفہ سے چلی جو ایک جماعت کے معنوں میں استعمال ہوئی۔دسویں صدی عیسوی میں یہ لفظ عراق اور خراسان میں سنی زاہدوں پر استعمال ہونے لگا۔اس کے بعد تصوف سنی اسلام کا لازمی جزو بن گیا[4]۔

پیشتر اس کے کہ اس رائے پر کوئی تبصرہ کیا جائے بہتر ہوگا کہ چند دیگر معتبر آراء کا اس ضمن میں ذکر کیا جائے اے۔جے۔آربری A.J.Arberry کے مطابق اسلام میں تصوف کا آغاز بدھ مت کے راہبوں کے اثر کی وجہ سے ہوا۔اس سلسلے میں آپ نے ابراہیمؒ بن ادھم کی مثال دی جو بلخ سے تعلق رکھتے تھے۔اور آپ کے زمانے تک بدھ مندر بلخ میں موجود تھے[5]۔لیکن آر۔اے۔نکلسن R.A. Nicholson کے مطابق عیسائی پادریوں سے متاثر ہو کر اسلام میں تصوف کی ابتدا آٹھویں صدی عیسوی میں ہوئی[6]۔علامہ اقبالؒ کے مطابق اسلام میں تصوف کی ابتدا درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہوئی:

۱۔ مسلم تاریخ میں کش مکش اور فساد کی ابتدا

۲۔ اسلام میں مختلف فقہوں کا غیر جذباتی زہد

۳۔ عباسی خلیفہ المامون کی وجہ سے مختلف الخیال علماء میں بحث کا رواج

۴۔ بعض مسلم زاہدوں کا مامون کے دور سے یونانی علوم کے مسلط ہونے سے ناخوش ہونا، کیونکہ یونانی علوم کے احیاء سے لوگوں کے اخلاق کمزور ہو گئے اور مذہب اسلام کے بارے میں لوگوں کا جوش و خروش مدھم پڑ گیا۔

۵۔ عیسائی پادری کا وجود۔ اگر چہ اسلامی تصوف عیسائی پادری کے طرز سے مختلف ہے، لیکن پھر بھی عیسائی پادری کے نمونہ نے اس سلسلے میں کافی مدد بہم پہنچائی [۷]۔

ان میں سے بعض دلائل ایسے ہیں جیسا کہ بدھ، جوگی یا عیسائی پادری وغیرہ جن کا قبول کرنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ ان کو قبول کرنے سے پہلے ہمیں سوچنا ہوگا کہ نہ صرف عیسائیت اور بدھ مت، بلکہ زرتشت مذہب سے واسطہ اسلام کو ابتدائی دور سے پڑا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عیسائی پادریوں اور راہبوں سے رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ کی ملاقاتیں ہوئیں اور بعض نے اسلام قبول کیا لیکن اس وقت کسی کو خیال نہ آیا کہ وہ صوفی بن جائے۔ پھر شام، فلسطین، مصر کے علاقے تو ایسے علاقے تھے جہاں عیسائیوں کا زور تھا اور خلافت راشدہ کے دور میں یہ علاقے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر لیے گئے۔ لیکن خلافت راشدہ کے دور میں صوفیانہ طرز کی ابتدا اس انداز میں نہیں ہوئی جیسا کہ بعد میں ہوا۔ اس لیے آٹھویں صدی عیسوی میں جو مسلمانوں میں تصوف کا آغاز ہوا اس کی وجوہات مسلمانوں کی اپنی اندر کی وجوہات ہیں نہ کہ کوئی بیرونی اثر۔

اگر چہ اس موضوع پر کوئی مستند کتاب کسی مسلمان نے مرتب نہیں کی اور جو کچھ مغربی مستشرقین نے لکھا ہے اس کو حرف آخر نہیں سمجھا جا سکتا، لیکن اسلام کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت بنو عباس میں جب خلافت نے بادشاہت کی طرز پر بنو امیہ سے بھی زیادہ شان و شوکت کا روپ دھار لیا تو اس کے مقابلے میں بعض مسلم زاہدوں نے فقر و فاقہ کی زندگی کو اپنایا تو اس طرز کو صوفیانہ طرز زندگی سے تعبیر کیا جانے لگا۔ یہ بات حضرت علی ہجویریؒ کی ''کشف المحجوب'' کے مطالعہ سے بھی نظر آتی ہے [۸]۔ اس وقت سے لے کر آج تک تصوف کی تاریخ کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور دوسری صدی ہجری سے لے کر چوتھی صدی ہجری تک محیط ہے۔ اس دور میں عراق، شام، ایران و خراسان صوفیاء کا مرکز بنا رہا۔ حضرت ذوالنونؒ مصری، حضرت جنیدؒ، امام جعفر صادقؒ، حضرت ابراہیمؒ ابن ادہم اسی دور سے متعلق ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر سینکڑوں صوفیاء اس دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس دور کے صوفیاء کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تمام کے تمام عربی زبان کے ماہر، شریعت اسلامیہ کی زبان میں شریعت کو سمجھتے ہوئے صوفی تھے۔ اس لیے اس دور میں جو کتابیں تصوف کے بارے میں لکھی گئیں وہ عربی زبان میں تھیں۔

تصوف میں دوسرے دور کا آغاز پانچویں صدی ہجری سے ہوتا ہے اور ساتویں صدی ہجری میں ختم ہو جاتا

ہے۔اس دور سے متعلق حضرت علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش صاحب، امام غزالیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔اس دور میں عربی کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی کتابیں لکھی گئیں۔یہ دور مولانا رومؒ پر آ کر ختم ہوتا ہے۔عربی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان بھی اس دور میں اسلامی تہذیب کا گہوارہ بن گئی۔اس دور میں ''**کشف المحجوب**'' فارسی زبان میں پہلی کتاب ہے جو تصوف کے موضوع پر لکھی گئی جبکہ تصوف کے خیالات کو مثنوی کے انداز میں مولانا رومؒ نے انتہا تک پہنچا دیا۔فارسی ادب میں تصوف کا یہ سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔

تیسرا دور ساتویں صدی سے گیارہویں صدی ہجری تک ہے۔برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں تصوف کا یہ سنہری دور تصور کیا جاتا ہے۔اس زمانے میں حضرت معین الدین چشتیؒ، خواجہ بختیار کاکیؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ شیخ فرید الدین عطارؒ ایسے بزرگ اس دور کی پیداوار ہیں۔اس کے علاوہ دیگر عظیم صوفیاء بھی اس دور میں پیدا ہوئے اور برصغیر میں ان کی تعلیمات نے اسلام کے فروغ کے لیے بہت اہم کردار ادا کیا۔

اس کے بعد کا دور آخری دور ہے جس میں صوفیاء کا سلسلہ تو چلتا رہا لیکن ان کی عظمت اور شان روبہ زوال ہوئی۔اس دور کے بیشتر صوفیاء کے کردار تیسرے یا اس سے پہلے ہر دور کے صوفیاء کے مقابلے میں بہت فروتر نظر آتے ہیں۔اگرچہ عوام میں ان کی مقبولیت اب بھی بدستور قائم ہے، لیکن ان کی کافی بڑی تعداد کو اسلامی شریعت کی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔

ابتدائی دور سے جب تصوف دوسرے دور میں پہنچا تو صوفیاء کے بارہ گروہ ہو چکے تھے۔حضرت داتا صاحب کے مطابق ان میں سے دس شریعت کے مطابق تھے جبکہ دو شریعت کے خلاف تھے۔اسی لیے آپ نے ان کو اپنی کتاب **کشف المحجوب** میں ''مردود'' اور ''ملحد'' لکھا ہے۔ان تمام فرقوں کے حالات باب نمبر۱۳ میں دیے گئے ہیں[9]۔اسلام جب تصوف کے تیسرے دور میں پہنچا تو اس کے آخر تک صوفیا کے چودہ گروہ ہو چکے تھے۔یہ تمام گروہ ہندوستان میں موجود تھے[10]۔اگرچہ برصغیر پاک و ہند میں جو گروہ یا سلسلے زیادہ مقبول ہوئے وہ چار ہیں جن کی شہرت اور مقبولیت اب تک قائم ہے۔بہتر ہے کہ ان سب کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا جائے۔

ابوالفضل نے آئین اکبری میں جہاں ان تمام گروہوں کا ذکر کیا ہے جو **کشف المحجوب** میں دیے گئے ہیں وہاں اس نے برصغیر پاک و ہند میں موجود ۱۴ سلسلوں کو بھی بیان کیا ہے۔یہ سلاسل یہ ہیں: حبیبیاں، طیفوریان کرخیاں، سقطیاں، جنیدیاں، کازونیاں، طوسیاں، فردوسیاں، سہروردیاں، زیدیاں، عباسیاں، ادھمیاں، ہبریاں اور چشتیاں۔اس میں قادریہ اور نقشبندیہ کا ذکر ابوالفضل نے نہیں کیا۔یہ شاید اس لیے کہ ان دو سلسلوں نے اکبر کے ''دین الٰہی'' کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔تاہم آگے چل کر ابوالفضل یہ لکھتے ہیں کہ ''ہندوستان میں ان سلاسل کے بے شمار سلسلے

زبان زد روزگار ہیں جیسے قادری [۱۱]۔ اس کے بعد انہوں نے نقشبندی سلسلے کا بھی ذکر کیا۔ اس طرح آئین اکبری کے مطالعہ سے کل ۱۴ سلسلوں کا پتہ چلتا ہے جو مغلیہ دور میں موجود تھے۔ ان سب کی تفصیل ہم اب آئین اکبری سے ہی نقل کرتے ہیں:

۱۔ ''گروہ حبیبیاں اپنی نسبت حبیب عجمیؒ سے کرتا ہے۔ آپ مالدار تھے۔ اپنی زندگی منافقت کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ سہروردیؒ کی صحبت سے قدرے آپ کی چشم بصیرت وا ہوئی اور بعد ازاں آپ نے حسن بصریؒ کی خدمت میں ہدایت پائی اور تکمیل حاصل کی۔ ایک کثیر جماعت نے آپ سے عرفان کی دولت حاصل کی۔ ایک دن خواجہ حسن بصریؒ حجاج کے جاؤشوں سے بھاگ کر حبیب عجمیؒ کے عبادت خانے میں داخل ہو گئے۔ سرہنگوں نے حبیب عجمیؒ سے پوچھا کہ حسن کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ عبادت خانے میں ہیں۔ پیادوں نے خواجہ حسن بصریؒ کو عبادت خانے میں تلاش کیا، لیکن وہاں آپ کو نہ پایا۔ انہوں نے حبیب عجمیؒ کو جھڑکا اور خفا ہو کر کہنے لگے کہ حجاج جو فعل تم لوگوں کے ساتھ کرتا ہے تم لوگ اسی کے قابل ہو۔ حبیب عجمیؒ نے جواب دیا کہ میں نے بجز سچ کے اور کچھ نہیں کہا اگر تم ان کو نہ دیکھو تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ پیادے دوبارہ عبادت خانے میں داخل ہوئے اور خواجہ حسن بصریؒ کو تلاش کیا اور نہ پایا۔ سرہنگ غصہ ہو کر واپس ہوئے اور حبیب عجمیؒ پر طنز کرتے ہوئے چلے گئے۔ خواجہ حسن بصریؒ باہر تشریف لائے اور حبیب عجمیؒ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب، تو نے عمدہ و بہتر طریق سے حق استادی نگاہ رکھا۔ حبیب عجمیؒ نے جواب دیا کہ اے استاد، آپ نے میری راست گوئی کی وجہ سے رہائی پائی۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دونوں ہلاک ہو جاتے۔

۲۔ گروہ طیفوریاں، طیفور شامیؒ سے وابستہ ہے۔ آپؒ کی کرامات مشہور ہیں۔ روایت ہے کہ ایک دن رات کے وقت ایک اندھیرے مکان میں ایک سوئی آپ کے ہاتھ سے گر گئی تو غیب سے روشنی پیدا ہو گئی۔ آپ نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور ارشاد فرمایا کہ نہیں نہیں میں سوئی کو بجز چراغ کے اور کسی چیز سے ڈھونڈنا نہیں چاہتا۔

۳۔ گروہ کرخی کو معروف کرخیؒ سے فیض حاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ آپؒ کے والد آتش پرست تھے۔ امام رضاؒ کی خدمت میں آپ نے اسلام قبول کیا اور دربانی کی خدمت پائی اور داؤد طائیؒ کی صحبت میں پہنچے اور ریاضت و عبادت شروع کی۔ آپ اپنی صداقت شعاری، وراست کرداری کی وجہ سے پیشوائے عالم بن گئے۔ سری سقطیؒ اور اکثر بزرگان دین نے آپ سے فیوض حاصل کیے۔ ۲۰۰ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اس وقت گبر و ترسا و یہود آپ کی لاش کے گرد جمع ہو گئے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اپنے مذہبی قواعد کے مطابق آپ کی تجہیز و تکفین کرے، لیکن یہ امر کسی سے ممکن نہ ہو سکا۔ بوجہ اس کے کہ آپ کا مشرب صلح کل تھا۔

۴۔ گروہ سقطیاں، سری سقطیؒ کا مقلد ہے۔ کنیت آپ کی ابوالحسن ہے۔ آپ کار آگاہ عالی مرتبہ عارف کامل و

صاحب اوصاف پسندیدہ تھے۔ آپ جنیدؒ اور اکثر بزرگان حق کے استاد اور حارث محاسبیؒ و بشر حافیؒ کے ہمعصر اور معروف کرخیؒ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی تعریف مجھ ناشناسا کی طاقت سے باہر ہے ۲۵۳ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

۵۔ گروہ جنیدیاں، سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کا پیرو ہے۔ علی ہجویریؒ صاحب اسی مسلک سے منسلک تھے۔ **کشف المحجوب** کے بارہ صوفیاء کے سلسلوں میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۶۔ گروہ کارزونیاں، ابواسحٰق بن شہریارؒ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہے۔ آپ کے والد نے دین زرتشی کو ترک کر کے اسلام کو اختیار کیا۔ آپ نے شیخ ابوعلی فیروز آبادیؒ سے فیض حاصل کیا اور دیگر بزرگان دین سے بھی ملاقات کی اور علوم ظاہر و باطن حاصل کیے۔ ۴۲۶ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

۷۔ گروہ طوسیاں کو علاؤ الدین طوسیؒ سے عقیدت و نیاز مندی حاصل ہے۔ آپ کے اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے برادرانہ تعلقات تھے۔

۸۔ گروہ فردوسیاں شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے عقیدت رکھتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوالجناب اور نام احمد خیوقی اور لقب کبریٰ ہے۔ آپ نے شیخ اسماعیل قیصریؒ و عمار یاسرؒ و روز بہانؒ سے فیوض حاصل کیے اور علوم ظاہر و باطن میں مرتبہ بلند حاصل کیا۔ شیخ مجد الدین بغدادیؒ، شیخ سعد الدین جمونہؒ، شیخ رضی الدین علیؒ، با کمال جخندیؒ، شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور اکثر اولیاء نے آپ کی امداد سے سعادت جاوید حاصل کی۔ ۶۱۸ھ میں بضرب شمشیر آپ شہید ہوگئے۔

۹۔ گروہ سہروردیاں، شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردیؒ سے عقیدت رکھتا ہے۔ آپ علم ظاہر و باطن میں نہایت عالی مرتبہ تھے۔ آپ کا نسب بارہ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ علم طریقت میں آپ کو شیخ احمد غزالیؒ سے نسبت حاصل ہے۔ بے شمار تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ من جملہ آپ کی ''**آداب المریدین**'' ایک مشہور تصنیف ہے۔ ۵۶۳ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

۱۰۔ گروہ زیدیاں، شیخ عبدالواحد بن زیدؒ سے مقلد ہے۔

۱۱۔ گروہ عباسیاں، فضیل بن عیاضؒ کا ارادت مند ہے۔ کنیت آپ کی ابوعلی کوفی ہے اور بعض کے نزدیک نسبت سکونت بخاری ہے۔ اس کے علاوہ نسبتیں مذکور ہیں۔ مرد اور بادرد کے درمیان گداگری کے لباس میں راہزنی کرتے تھے۔ آپ اپنی نیک فطرتی کی وجہ سے بیدار ہوئے اور اپنے پسندیدہ اعمال سے سعادت جاوید حاصل کی۔ ۱۸۷ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

۱۲۔ گروہ ادھمیاں، ابراہیم ادہم بلخیؒ کو اپنا پیشوا تسلیم کرتا ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ آپ کے بزرگ

ابتدا سے صاحب حکومت تھے۔ عالم جوانی میں آپ کا ستارۂ اقبال چمکا اور تمام اشیاء سے دستبردار ہو گئے۔ آپ سفیان ثوریؒ و فضیل بن عیاضؒ و ابو یوسف غسویؒ کے ہم نشین تھے۔ علی بکارؒ و حذیفہ مرعشیؒ اور مسلم خواص یاران جلسہ تھے۔ ۱۶۱ یا ۱۶۲ ہجری میں ملک شام میں آپ نے رحلت فرمائی۔

۱۳۔ گروہ ہبریاں، شیخ ہبیرہ بصریؒ کا پیرو ہے۔

۱۴۔ گروہ چشتیاں کو شیخ ابو اسحاق شامیؒ سے ارادت حاصل ہے۔ شیخ ابو اسحاقؒ قصبہ چشت میں تشریف لائے، اور خواجہ ابو احمد ابدالؒ سرگروہ مشائخ چشت نے آپ سے تعلیم پائی۔ خواجہ ابو احمد ابدال کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد صالح نے چراغ ولایت روشن کیا۔ بعد اس کے خواجہ سمعانیؒ آپ کے بھانجے ولی کامل ہوئے۔ بعد اس کے خواجہ مودود چشتیؒ نے معرفت کامل حاصل کی اور خواجہ مودودؒ کے فرزند خواجہ احمدؒ بھی عارف کامل ہوئے، فقر و درویشی پر ہر دو سلاسل مذکورہ کا انحصار نہیں ہے بلکہ جس برگزیدۂ حق نے خدا کی پرستش سے اپنے نفس امارہ کو مردہ کر لیا اور آپ کے معنوی فرزند یکے بعد دیگرے اس چراغ آگہی کو روشن کرتے رہے۔ یہی اصل وجہ ہے کہ سلاسل جداگانہ قائم ہو گئے۔ اسی وجہ سے ان بارہ اور چودہ سلاسل کے علاوہ بھی بیشمار سلسلے زبان زد روزگار ہیں جیسے قادری۔

۱۵۔ قادری سلسلہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا پیرو ہے۔ آپ سید حسنی الحسینی ہیں۔ جیلان ایک قریہ بغداد کے قریب واقع ہے اور ایک جماعت آپ کو گیلانی کہتی ہے۔ آپ علوم ظاہر و باطن میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ نے خرقۂ خلافت شیخ ابو سعید مبارکؒ سے پایا۔ آپ کا شجرہ بیعت چار واسطوں سے حضرت شبلیؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی بزرگی و کرامات نے تمام عالم کو آپ کا گرویدہ بنا لیا۔ آپ ۴۷۱ھ میں عالم وجود میں آئے اور ۵۶۱ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

۱۶۔ گروہ لیسوئی علم حقیقت میں خواجہ احمد لیسوئیؒ کا تربیت یافتہ ہے۔ خواجہ احمد لیسوئیؒ جب لڑکپن کے زمانے میں تھے تو باب ارسلانؒ نے ان کو ولی کامل بنا دیا۔ جب باب ارسلان نے رحلت فرمائی۔ آپ نے خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ سے کمال حاصل کیا۔ ترک آپ کو اتا لیسوئی کہتے ہیں جس کا معنی باپ ہے اور ترک اولیاء اللہ کو اسی لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔

۱۷۔ گروہ نقشبندی نے خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ سے دولت ولایت حاصل کی۔ آپ کا نام محمد بن محمد بخاری ہے۔ سب سے پہلے خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ پر خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی نظر عنایت ہوئی اور آپ نے بظاہر تعلیم آداب طریقت کی سید امیر کلالؒ سے، جو خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے خلیفہ تھے، حاصل کی[۱۴]۔

برصغیر پاک و ہند میں جو سلسلے زیادہ مشہور ہوئے وہ یہ ہیں:

قادری، سہروردی، نقشبندی اور چشتی۔ اگرچہ یہ سلسلے ہندوستان میں آنے سے پہلے ہی وجود رکھتے تھے، لیکن جو شہرت اور اہمیت ان کو ہندوستان اور پاکستان میں ملی وہ ان کو اور کسی جگہ نہ حاصل ہوئی [۱۳]۔ تبلیغ اسلام میں ان سلسلوں نے برصغیر میں اہم کردار ادا کیا۔ ان سلسلوں کو اہمیت و مقبولیت اس قدر عوام میں حاصل ہوئی کہ برصغیر میں مسلمانوں کے دور حکمرانی میں تقریباً تمام سلاطین اور بادشاہوں نے ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، بلکہ بعض نے تو ان سے انتہائی عقیدت و احترام کا مظاہرہ کیا اور بعض ان کے پیروکار بھی تھے۔ جیسا کہ سلطان شمس الدین التمش کو حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ سے ایسی عقیدت تھی کہ جب حضرت صاحب دہلی تشریف لائے تو خبر پا کر سلطان ان کے استقبال کے لیے دہلی سے باہر گیا۔ مغلیہ دور میں جلال الدین اکبر کو بھی آپ سے عقیدت تھی۔ اکثر اکبر نے ان کے مزار پر حاضری دی اور آپ کے خلیفہ شیخ سلیم چشتی، جو اکبر کے دور میں بقید حیات تھے، کی خدمت میں کئی دفعہ پیدل حاضری دی۔ اسی طرح دیگر سلسلوں سے بھی سلاطین اور بادشاہوں کو ارادت تھی۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ برصغیر میں یہ سلسلے کس طرح پھیلے اور مقبول ہوئے:

۱۔ **چشتی**: برصغیر میں یہ سلسلہ حضرت معین الدین اجمیریؒ کی بدولت بہت مشہور ہوا۔ آپ سلطان محمد غوری کے دور حکومت میں ۵۸۱ھ میں اجمیر تشریف لائے اور آپ نے ۶۳۳ھ میں اجمیر میں وفات پائی۔ آپ کا سلسلہ آپ کے دو خلفاء خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ کے ذریعے برصغیر میں بہت پھیلا۔ آپ کے پیروکار برصغیر کے طول و عرض میں پھیلے بلکہ اس سے مزید چھوٹے چھوٹے سلسلے پیدا ہو گئے۔

اس سلسلے میں کلمۂ شہادت پڑھتے وقت الا اللہ پر خاص طور زور دیا جاتا ہے بلکہ وہ عموماً ان الفاظ کو دہراتے وقت سر اور جسم کے بالائی حصے کو ہلاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سماع کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ چشتی درویش بالعموم رنگ دار کپڑے پہنتے ہیں اور ان میں زیادہ تر ہلکے بادامی رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔

۲۔ **سہروردی**: برصغیر میں اس سلسلہ کے موسس اعلیٰ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد خوارزم کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت کوٹ کروڑ میں ۱۱۷۲ء میں ہوئی۔ آپ کی وفات ۱۲۶۲ء (۶۶۱ھ) میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان کا سب سے زیادہ مشہور مزار ہے۔

شریعت کی پابندی میں سہروردی زیادہ محتاط ہیں۔ ان میں سماع پر زور بہت کم ہے۔ کہ ان کے ہاں سانس بلند کر کے اللہ ہو کا ورد کرنے کا بڑا رواج ہے۔ وہ ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں کے قائل ہیں [۱۴]۔

۳۔ **قادری**: برصغیر میں اس سلسلے کا صحیح طور پر آغاز حضرت مخدوم گیلانیؒ سے ہوا۔ آپ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانیؒ بغدادی کی اولاد سے تھے۔ آپ نے اپنی تعلیمات کا مرکز اُچھ کو بنایا۔ وہیں آپ نے وفات پائی اور

وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی وفات ۱۵۱۷ء میں ہوئی۔ عبدالحق محدث دہلویؒ اسی سلسلے سے وابستہ ہیں۔ قادری سماع کے بہت کم شوقین ہیں۔ قادری درویش بالعموم سبز پگڑی باندھتے ہیں اوران کے لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ ہلکے بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ وہ درود شریف کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے ہاں ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں جائز ہیں[14]۔

۴۔ نقشبندی: اس سلسلے کے بانی حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ ہیں۔ آپ توران سے آکر دہلی میں آباد ہوئے۔ آپ ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵ جولائی ۱۵۶۳ء کابل میں پیدا ہوئے۔ ۱۵۷۱ء میں آپ ماوراالنہر چلے گئے۔ چند سالوں کے بعد عہد اکبری ہی میں آپ دہلی تشریف لائے۔ آپ کا انتقال ۳ دسمبر ۱۶۰۳ء میں دہلی میں ہوا۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔

اس سلسلے کو باقاعدہ طور پر فلسفیانہ رنگ شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دیا۔ مجدد صاحب نے حضرت باقی باللہؒ صاحب سے بیعت جولائی ۱۵۹۹ء میں دہلی میں کی۔ حضرت مجددؒ نے اس سلسلے کو فلسفیانہ رنگ دیا۔ باقی تین سلسلوں کے حضرات وحدت الوجود کے قائل ہیں جبکہ نقشبندی وحدۃ الشہود عقیدے کے حامل ہیں۔ اس سلسلے میں احکام شریعت کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے جبکہ دیگر تین سلاسل میں سختی نہیں ہے۔ نقشبندی ذکر جلی کے خلاف ہیں۔ فقط ذکر خفی کے قائل ہیں۔ وہ بالعموم مراقبہ میں سر جھکائے آنکھوں کو بند کیے یا زمین پر لگا کر بیٹھتے ہیں۔ موسیقی اور سماع کے خلاف ہیں۔ ان کے ہاں مرشد اپنے مریدوں سے علیحدہ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقے میں ان کا شریک ہوتا ہے اور توجہ الی الباطن سے ان کی رہنمائی کرتا ہے[15]۔

اس کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے سلسلے بھی برصغیر میں پائے جاتے ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

۱۔ شطاری سلسلہ: یہ سلسلہ شمالی بہار میں شیخ عبداللہ شطاریؒ کی وجہ سے پھیلا جو اپنے مرشد کی ایما پر ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کی وفات ۱۵۷۲ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار مالدہ کے سابق دارالخلافہ مانڈو میں قلعہ کے اندر ہے[16]۔

۲۔ سلسلۂ مداریہ: یہ سلسلہ ہندوستان میں شاہ بدیع الدین مدارؒ کی وجہ سے شروع ہوا۔ آپ کا مزار قنوج کے نواح میں موضع مکن پور میں ہے۔ اخبار آلاخیار کے مطابق ہرمز سے کالپی آئے۔

۳۔ روشنیہ: یہ سلسلہ بایزید انصاریؒ المعروف پیرروشن میاں سے شروع ہوا۔ آپ ۱۵۲۵ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے پھر آپ والد صاحب کے ساتھ کوہستان چلے گئے پھر افغانستان کے مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے پشاور میں آ گئے۔ آپ کی مغلوں سے نہ بنتی تھی۔ آپ کی وفات ۱۵۷۶ء میں ہوئی۔ مغلوں کی مخالفت کی وجہ سے یہ فرقہ زوال

پذیر ہوا۔

۴۔ صابر یہ سلسلہ: اس سلسلے کے بانی مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ ہیں جو حضرت بابا فریدؒ کے خلفاء میں سے تھے[۱۷]۔ آپ کی وفات ۱۲۹۱ء میں کلیر شریف میں ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ یہ مقام ضلع سہارن پور میں واقع ہے[۱۸]۔

برصغیر میں عہد سلاطین، صوفیاء کا عہد زریں تصور کیا جاتا ہے[۱۹] جس میں صوفیاء اہل علم حضرات پر زیادہ تر مشتمل ہوتے تھے۔ جس طرح حضرت معین الدین اجمیریؒ حافظ قرآن اور شاعر بھی تھے۔ پھر خواجہ بختیار کاکیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاؒ اور دیگر صوفیائے کرام علم شریعت میں کمال رکھتے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ نسلاً بعد نسل شریعت کے بارے میں علم ان کے پیروکاروں میں ماند پڑ گیا۔ علم کی اس کمی کی وجہ سے ان میں وہ اثرات عود کر آئے جو ہندو جوگیوں میں تھے۔ مغل دور حکومت کے شروع میں بات یہاں تک پہنچی کہ صوفیاء کی کثیر تعداد فلسفیانہ انداز میں وحدت الوجود کی قائل ہوگئی۔ یہ فلسفہ کائنات کی ہر شے میں خدا کے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس وجہ سے مسلمانوں میں بعض ایسے فرقے بھی پیدا ہوگئے جن کے نزدیک صوفیانہ اسلام اور ہندومت میں کوئی خاص فرق نہیں۔ بنیادی طور پر ان کے مذاہب ایک ہی خدا کی سمت لے جانے والے ہیں۔ اس قسم کے خیالات کی ترجمانی اکبر کی ''صلح کل'' کی پالیسی میں ملتی ہے۔ اکبر کے پوتے شہزادہ محمد داراشکوہ نے تو اپنی کتاب ''**مجمع البحرین**'' لکھی ہی اس غرض سے تھی کہ اسلام اور ہندو مت میں جو اقدار مشترک ہیں ان کا بیان کیا جائے جیسا کہ اس نے اس کتاب کے شروع میں لکھا ہے:

> جب اس خاکسار کو حقیقت الحقائق اور صوفیائے کرام کے مذہب برحق کے رموز و دقائق معلوم ہوگئے اور اس نعمت عظمیٰ (ولایت) سے یہ فقیر مشرف ہوگیا تو میں اس بات کے درپے ہوا کہ ہندو فقرا (جوگیوں) کا مشرب اور طریقہ بھی دریافت کروں، چنانچہ اس قوم (جوگیوں) کے بعض محقق کاملوں کے فیض صحبت سے بارہا فیضیاب ہوا اور حق شناسی کے متعلق ان سے مکرر گفتگو ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے ان بزرگوں (جوگیوں) کو نہایت ریاضت کش، بڑے سمجھدار اور خدا رسیدہ پایا اور حق شناسی اور معرفت الٰہی کے متعلق صوفیاء کرام اور جوگیوں میں سوائے لفظی اختلاف اور نزاع کے اور کوئی فرق مجھے معلوم نہیں ہوا لہٰذا میں نے فریقین (صوفیوں اور جوگیوں) کے کلام میں مطابقت پیدا کر کے اور بعض اہم باتیں جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا۔ چونکہ یہ رسالہ ہر دو گروہ کے حقائق و معارف کا مجموعہ ہے اس لیے میں نے اس رسالے کا نام **مجمع البحرین** رکھا[۲۰]۔

اس کے بعد داراشکوہ لکھتا ہے:

''تحقیق حق وہی ہے کہ جو میں نے اس رسالے میں بیان کیا ہے یعنی صوفیائے اسلام و جوگیان اہل ہنود کا معرفت الہیٰ میں متحد ہونا''[۲۱]۔

مزید یہ بھی لکھا ہے:

''اس رسالے میں صوفیائے اسلام اور جوگیان ہند کے جس متحدانہ تصوف کی میں نے تحقیق کی ہے، کشف صحیح کے مطابق محض اپنے اہل بیت (متعلقین) کی خاطر اسے قلم بند کیا ہے۔ مجھے فریقین کے عوام اور اہل ظاہر سے کوئی تعلق نہیں''[۲۲]۔

داراشکوہ نے اس رسالے میں بائیس اہم عنوانوں کے نام سے اسلام اور ہندومت میں مشترک اقدار کو گنوایا ہے۔ ان میں کائنات کے عناصر ترکیبی کے بارے میں سب سے پہلے تحریر کیا ہے۔ اسلامی نظریے کے مطابق تمام مادی مخلوقات ان پانچ عناصر سے ظہور پذیر ہوئیں۔(۱) عرش اکبر۔ یہ عنصر اعظم ہے (۲) عنصر ہوا (۳) عنصر آتش (۴) عنصر آب (۵) عنصر خاک۔ پھر لکھا ہے کہ ان پانچوں عناصر کو ہندی میں '' پانچ بھوت'' کہتے ہیں: (۱) آکاس جس نے تمام عناصر کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (۲) بائی۔ (۳) تیج (۴) جل (۵) پرتھی[۲۳]۔ اس کے بعد دوسرے عنوان میں حواس کو بیان کیا ہے۔ عناصر کی طرح حواس بھی پانچ ہیں (۱) شامہ (سونگھنے کی حس و قوت) (۲) ذائقہ (چکھنے کی قوت) (۳) باصرہ (دیکھنے کی قوت) (۴) سامعہ (سننے کی قوت) (۵) لامسہ (چھونے کی قوت)۔ ان حواس خمسہ کو ہندی زبان میں '' پنچ اندری'' کہتے ہیں۔ (۱) گھران (قوت شامہ) (۲) رسنا (قوت ذائقہ) (۳) چچھو (قوت باصرہ) (۴) سروتر (قوت سامعہ) (۵) توک (قوت لامسہ) اور جو اشیاء حواس خمسہ سے محسوس ہوتی ہیں ان کو ہندی زبان میں (۱) گندھ (سونگھی ہوئی چیز) (۲) رس (چکھی ہوئی چیز) (۳) روپ (دیکھی ہوئی چیز) (۴) سبد (سنی ہوئی چیز) اور (۵) سپرس (چھوئی ہوئی چیز) کہتے ہیں[۲۵]۔ اس طرح شغل، صفات الہیٰ، روح، ہوا یا عالموں کا بیان آواز زر کی حقیقت، دیدار الہیٰ، اسماء الہیٰ نبوت اور ولایت برہمانہ (گیند کی شکل میں خدا کا ظہور) جہات (طرفین)، آسمان، زمین، عالم برزخ، قیامت، مکتی (نجات) دن اور رات اور زمانہ کی بے انتہائی۔ ان ابواب کے ضمن میں داراشکوہ نے تفصیل کے ساتھ اقدار مشترک بیان کی ہیں[۲۶]۔

داراشکوہ کی اس کاوش کا زیادہ تر مقصد سیاسی نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ اس کوشش سے سیاسی طور پر ہندوؤں کی حمایت حاصل کرنا چاہتا تھا، تاہم جن باتوں کا اس نے ذکر کیا ہے وہ بڑی غور طلب ہیں کیونکہ اس قسم کے خیالات صوفیاء میں اس وقت ضرور عود کر آئے تھے جو کہ مسلمانوں میں ذہنی انتشار کا باعث بنے۔ یہ ذہنی

انتشار وحدت الوجودی خیالات کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اس لیے برصغیر میں پندرھویں، سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں جو مذہبی تحریکیں چلیں وہ اسی ذہنی انتشار کی وجہ سے رونما ہوئیں۔ اکبر کا ''دین الٰہی'' اسی قسم کے ذہنی انتشار کی ایک شکل ہے۔ اس ذہنی انتشار میں اکبر نے صلح کل کی پالیسی کو اپنانا ہی بہتر سمجھا۔ داراشکوہ کی یہ کاوش بھی اکبر کا صلح کل کی پالیسی کو فلسفیانہ انداز میں بیان کرنے کی ایک اور کاوش ہے۔

اس ذہنی انتشار اور اکبر کے الحاد کے خلاف سب سے زیادہ کوشش حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کی جو کہ نقشبندیہ سلسلے سے وابستہ تھے اس لیے نقشبندیوں کا صوفیاء کو اسلام کے قریب رکھنے کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کو شیخ محمد اکرام یوں قلم بند کرتے ہیں:

''حضرت مجددؒ کی ایک اہم اسلامی خدمت یہ ہے کہ آپ نے اس سلسلۂ تصوف کی اشاعت کی جو ہندوستانی طریقوں میں شریعت سے قریب ترین ہے۔ ہندوستان میں شروع ہی سے اسلام پر تصوف کا رنگ اس قدر چڑھا ہوا ہے کہ بیسویں صدی کے شروع تک کسی کو یہ خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ کسی صوفیانہ سلسلے میں داخل ہوئے بغیر انسان اسلام کی برکات سے مستفید ہو سکتا ہے۔ ایسی حالت میں اسلام کی بڑی خدمت اسی میں تھی کہ ایک ایسے صوفیانہ سلسلے کو ترقی دی جائے جو بعض دوسرے سلسلوں کی طرح شرع سے آزاد نہ ہو۔ حضرت مجددؒ نے یہی کیا اور ہندوستان کے مشہور اور پرانے سلسلوں کو چھوڑ کر ایک ایسے طریق کی اشاعت کی، جس میں شرع اسلام کی پیروی پر بڑا زور ہے''۔ جواہر مجددیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ ''اس طریق کے تمام اصول اور فروع میں اتباع سنت سنیہ اور اجتناب بدعت نارضیہ بدرجہ کمال ہے، یعنی اصحاب کبار جیسا لباس مشروط ہے۔ انہیں کی سی معاشرت، ویسے ہی کم ریاضتیں اور فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت کی بھی تعلیم ہے۔ نہ اس میں چلہ کشی کی ضرورت ہے نہ ذکر بالجہر کی اجازت ہے۔ نہ سماع بالمزامیر ہے۔ نہ قبور پر روشنی۔ نہ غلاف و چادر اندازی۔ نہ ہجوم عوارت۔ نہ سجدہ تعظیمی۔ نہ سر کا جھکانا نہ بوسہ دینا۔ نہ توحید وجودی و دعوئے انا الحق و ہمہ اوست۔ نہ مریدوں کو پیروں کی قدم بوسی کا حکم۔ نہ مرید عورتوں کی ان کے پیروں سے بے پردگی''۔[۲۷]

اس کے علاوہ نہ صرف آپ نے طریقت کا وہ سلسلہ اختیار کیا جس میں احکام شرعی کا سب سے زیادہ پاس تھا۔ اور اس سلسلے کو ترقی دی بلکہ طریقت کے مقابلے میں شرع کی اہمیت واضح کر دی۔ آپ کے کئی ارشادات ایسے ہیں

جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تعلیم دینی کو تعلیم سلوک پر مقدم رکھتے تھے اور صحابہ کرام کو تمام اولیاء سے بزرگ تر مانتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ حال تابع شریعت ہے نہ شریعت تابع احوال۔ جب آپ نے دیکھا کہ صوفیائے متقدمین کے کلام کی خلاف شرع ترجمانیاں ہوتی ہیں تو اپنے مکتوبات میں تشریح اور تاویل کر کے انہیں شرع کے مطابق ثابت کیا۔ مشائخ متاخرین بعض خلاف شرع امور کو روا رکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ وہ لازم الاتباع نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک قابل، عالم، شیخ طریقت تھے، جو تاویل وتشریح سے اور مخالف شرع اقوال واحوال سے علیحدگی اختیار کر کے تصوف کو احکام شرعی کی حدود میں لے آئے۔ اس سے تصوف کی بنیادیں زیادہ مستحکم ہوئیں اور طریقت وشریعت کے اختلافات بھی کم ہوئے۔

آپ نے عقیدہ وحدت الوجود کی نئی توجیہہ کی اور وحدت الشہود کا نظریہ قائم کر کے مسلمان صوفیاء اور علماء کے اختلافات رفع کر دیے۔ آپ خود ایک طویل مدت تک وحدت الوجود کی منزل میں سرگرداں رہے تھے (ملاحظہ ہو دفتر اول مکتوب ۳۱) لیکن عالم اور محب شرع ہونے کی وجہ سے اس اختلاف سے بھی واقف تھے، جو وحدت الوجود کی بعض ترجمانیوں سے اہل شرع کو تھا، چنانچہ آپ نے مکتوبات میں اس گتھی کو سلجھایا۔ آپ کا قول ہے کہ مقام وحدت الوجود سالک کو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے، جس سے اسے گزر جانا چاہیے اور جو شخص اس سے بالاتر مقام پر عروج کرتا ہے، اس مقام پر وحدت الشہود منکشف ہوتا ہے جو شرع کے عین مطابق ہے۔

شرع کی حمایت اور ترجمانی کے علاوہ آپ کا ایک بڑا کام رد بدعت تھا۔ نئے فرقوں اور نئے طریقوں سے نہ صرف دین میں رخنے پیدا ہوتے تھے بلکہ اسلامیان ہند کے اجتماعی نظام میں بھی انتشار پیدا ہوتا تھا۔ آپ نے رد بدعت کی پوری کوشش کی۔ جن نئے فرقوں سے قومی نظام میں خلل کا اندیشہ تھا ان کی ہر طرح مخالفت کی۔ اس زمانے میں صفویوں کی وجہ سے شیعیت ایران میں عروج پر آئی اور چونکہ ایران سے عہد مغلیہ میں گہرے روابط قائم ہو گئے تھے۔ ہندوستان میں بھی شیعہ اثرات بڑھنے لگے۔ آپ نے انہیں روکنے کے لیے زبان اور قلم سے کام لیا۔ امراء وسلاطین کی محفلوں میں اس کی مخالفت کی۔ شیعہ خیالات کی تردید میں ایک پرزور رسالہ لکھا۔ جب کہیں شیعہ طریقوں کو فروغ پاتا دیکھتے۔ ذمہ دار حضرات کو ان کے خطرات سے آگاہ کرتے۔ مہدویت کی بھی آپ نے مخالفت کی اور تصوف میں بھی بدعتوں کے خلاف آواز اٹھائی۔

شرع کی ترویج، طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت، شریعت اور طریقت کی تطبیق اور بدعت کی مخالفت کے علاوہ شیخ مجددؒ نے جو اہم کام کیا وہ اسلام کا عام احیا تھا۔ اس زمانے میں جب ایک طرف اکبر کے ''صلح کل'' طریقے نے اسلام کو اس حمایت ودین پناہی سے محروم کر دیا تھا، جو اسلامی حکومت کی ابتدا سے اسے حاصل تھی اور دوسری طرف ہندو احیائیت

نے مسلمانوں کے لیے طرح طرح کی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ آپ نے شعائرِ اسلام کے احترام پر زور دیا اور اراکین سلطنت کو اس کی تلقین کی خود اپنی زندگی میں اسلامی نقطہ نظر کے احترام کی بڑی جرأت مندانہ مثال قائم کی۔ آپ نے جہانگیر کے سامنے سجدہ نہ کر کے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اپنی جرأت اور احترام دین سے خلاف شرع احکام کی عملی مخالفت کی۔ آپ کی اس نیک مثال نے لوگوں کو جرأت دلائی جو دبے بیٹھے تھے وہ دلیر ہو گئے۔ حکمران طبقے میں جو اسلام پسند گروہ تھا اسے تقویت ملی اور جو غیر اسلامی آداب اور رسوم دربار شاہی میں عجمی ملوکیت کی تقلید میں ہندو اثرات کی وجہ سے رائج ہو گئی تھیں، ان کے ازالے کا سامان ہوا اور شعائرِ اسلامی کے احترام کا پھر سے خیال کیا جانے لگا۔

آگے چل کر یہ تحریک سیاسی طور پر اورنگ زیب کی صورت میں نمودار ہوئی اور مذہبی لحاظ سے شاہ ولی اللہ کی صورت میں مزید آگے بڑھی۔

اس کے علاوہ چند ایسے سلسلے بھی ہیں جو خالصتاً پاک و ہند کی پیداوار ہیں جیسے طریقہ مداریہ، طریقہ قلندریہ، طریقہ شطاریہ۔ پھر یہ طریقے برصغیر سے باہر گئے [۲۸]۔

حوالہ جات

۱۔ **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۶، ۴۱۸

۲۔ R.A.Nicholson,**The Mystics of Islam**,Lahore,1982,3-6

۳۔ **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، ۴۱۸۔۴۳۷

۴۔ ایضاً

۵۔ A.J.Arberry,**Muslim Saints and Mystics**,London,1966,4.

۶۔ Nicholson,3-4

۷۔ Muhammad Iqbal,**The Development of Meta-physics in Persia**.**Lahore,1964**,First published in 1954,77-78.

۸۔ **کشف المحجوب**، چوتھا باب، خرقہ پوشی۔

۹۔ ایضاً،

۱۰۔ علامہ ابوالفضل، **آئین اکبری**، جلد دوم، اردو ترجمہ از مولوی محمد فدا علی، سنگ میل پبلی کیشنز، س۔ن، ۳۱۷۔۳۴۴

۱۱۔ **آئین اکبری**، ۳۲۴

۱۲۔ **آئین اکبری**، ۳۲۱۔۳۲۶
۱۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، **تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک**، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۰ء، ۹۳
۱۴۔ شیخ محمد اکرم، **آب کوثر**، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ۲۵۳
۱۵۔ ایضاً،
۱۶۔ **آب کوثر**، ۲۵۴
۱۷۔ **رود کوثر**، ۳۵۔۴۱
۱۸۔ ایضاً، ۷۲۔۷۳
۱۹۔ **آب کوثر**، ۲۲۶۔۲۲۸
۲۰۔ محمد داراشکوہ، **مجمع البحرین**، منزل نقشبندیہ، لاہور، س۔ن، ۲۔۳
۲۱۔ ایضاً، ۳
۲۲۔ ایضاً، ۲
۲۳۔ ایضاً، ۳۔۶
۲۴۔ ایضاً، ۶۔۹
۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ ایضاً، ۹۔۳۶
۲۷۔ **رود کوثر**، ۲۸۵۔۲۸۸
۲۸۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، **تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک**، ۹۳